جناب اختر راہی

علامہ اقبالؒ اور نادر شاہ

غازی امیر امان اللہ خان کے عہد میں جنرل محمد نادر خان کا خاندان، افغانستان کی سیاست میں بہت دخیل تھا۔ امیر امان اللہ خان پر اُن کی بیگم ملکہ ثریا اور خسر محمود بیگ طرزی کا بہت زیادہ اثر تھا اور محمود بیگ طرزی میدانِ سیاست میں جنرل محمد نادر خان کو اپنا حریف سمجھتے تھے۔ اس لیے جنرل نادر خان کو امورِ مملکت سے بے تعلق کرنے کی غرض سے فرانس میں سفیر نامزد کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ بعد جنرل موصوف کے بھائی سردار محمد ہاشم خان اور سردار شاہ ولی خان ملک چھوڑ کر برادر بزرگ نادر خان کے پاس فرانس چلے گئے اور صرف جنرل شاہ محمود خان ملک میں مقیم رہے۔ تھوڑے عرصہ بعد جنرل نادر خان نے خرابیِ صحت کا عذر کرتے ہوئے سفارت سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے دونوں بھائیوں سمیت فرانس میں اقامت پذیر ہو گئے۔

امیر امان اللہ خان ترقی پسند رجحانات رکھتے تھے اور مغربی اقدارِ حیات اپنا کر افغانستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ وہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۲۷ء کو براستہ چمن (پاکستان) یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے، اور اس سفر سے واپسی پر ایران، ہرات، قندہار اور غزنی سے ہوتے ہوئے یکم جولائی ۱۹۲۸ء کو واپس کابل پہنچے۔

اس سفر میں امیر امان اللہ خان مغربی دنیا کی حیرت انگیز مادّی ترقی سے بے حد متاثر ہوئے اور اصلاحات کا خاکہ بنایا۔ اُنھوں نے اس حقیقت کو پیشِ نظر نہ رکھا کہ افغان قوم پس ماندہ اور انتہائی قدامت پرست قوم ہے۔ اور صدیوں سے جن عقائد و اعمال پر جمی ہوئی ہے ان سے بآسانی اسے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ امیر امان اللہ نے ملک میں جدید اصلاحات نافذ کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ علما ابتدائی زمانے سے افغان معاشرہ پر پوری گرفت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی مقبولیت سے کام لے کر عوام کو امیر امان اللہ کے خلاف برانگیختہ کر دیا۔

امیر امان اللہ خان کے ترقی پسند نظریات سے افغانی علما بہت ناراض تھے اور ملک و ملت کی اصلاح و ترقی کے لیے امیر موصوف نے اصلاحات کا جو سلسلہ شروع کیا اس کی شدت سے مخالفت کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے افغانستان میں ایک انتشاری کیفیت پیدا ہو گئی۔

انگریزوں نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے بہ حالتِ مجبوری افغانستان کی آزادی تسلیم کی تھی اور اُن کے سیاسی مقاصد کے لئے ضروری تھا کہ افغانستان آزاد اور خود مختار مملکت نہ رہے اور اس ملک میں امن و سکون قائم نہ ہو سکے۔ انگریزوں نے ایک سازش کے ذریعہ ملکہ ثریا کی ہزاروں نیم برہنہ تصاویر افغانستان میں تقسیم کر دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جاہل عوام یہ خیال کرنے لگے کہ امیر امان اللہ اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں۔ علما نے امان اللہ خان کے خلاف فتویٰ دے کر جلتی پر تیل ڈال دیا۔ ان حالات کی تاب نہ لا کر امان اللہ خان اپنے خاندان سمیت ۲۲ رجون ۱۹۲۹ء کو یورپ چلے گئے اور افغانستان کی حکومت ایک غیر معروف شخص امیر حبیب اللہ المعروف بہ بچہ سقہ کے ہاتھ میں آ گئی۔

برعظیم کے مسلمانوں میں امان اللہ خان سے ہمدردی کے جذبات بہت شدید تھے اور بچہ سقہ کی "سقہ گردی" سے نالاں تھے۔ مولانا ظفر علی خان اور دوسرے مسلم رہنماؤں نے امان اللہ خاں کے حق میں تحریک چلائی۔ اخبارات کے کالموں میں افغانستان کی صورتِ حال زیرِ بحث رہتی تھی۔ نجی محفلوں میں اس کا تذکرہ ہوتا تھا اور پبلک جلسوں میں "امان اللہ خان۔ زندہ باد" کے نعرے لگتے تھے۔ ۲۶ر فروری ۱۹۲۹ء کو اخبار "ٹریبیون" کے نمائندے نے افغانستان کے حالات کے بارے میں علامہ اقبال سے ملاقات کی اور علامہ نے اس بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:

"اہلِ ہند افغانستان کی آزادی اور اس کے اتحاد و استحکام کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ عرب اور وسط ایشیا کا سیاسی انحطاط ہندوستان اور چین کی ترقی پر رجعت پسندانہ اثر کرے گا۔ اس لیئے اب ان ممالک کے سیاست دانوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ سیاسی نصب العین کی تنگ نظری کو ترک کر کے معاملات کو زیادہ وسیع نگاہ سے دیکھیں اور اپنی حکمت عملی کی تشکیل اس کے مطابق کریں۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ صرف افغانستان کے مفاد بلکہ ایشیا کے وسیع تر مقاصد کے لحاظ سے ضروری ہے شاہ امان اللہ کی حکومت بحال رکھی جائے۔ لیکن اس معاملے کے متعلق کوئی رائے ظاہر کرنا بے انتہا مشکل ہے کہ موجودہ حالات کے رونما ہونے کے اسباب و وجوہ کیا ہیں

جو کچھ ہم اخبارات میں دیکھتے ہیں میرے خیال میں اس کا بڑا حصہ قابلِ اعتماد نہیں اور نہ ہی میں ان اطلاعات پر کوئی اعتماد ہی رکھتا ہوں جو کابل سے آنے والے اشخاص کی زبانی ہم تک پہنچتی ہیں۔ شاہ امان اللہ کے متعلق یہ کہنا ناممکن ہے کہ اس وقت قندھار میں اُن کی اصل پوزیشن کیا ہے یا اُن کے ہرات تشریف لے جانے کی اطلاعات کہاں تک درست ہیں۔"

یہ دریافت کرنے پر کہ آپ کے خیال میں اعلیٰ حضرت شاہ امان اللہ کی ناکامی کے اسباب کیا ہیں؟ علامہ نے فرمایا "جو کچھ میں نے اوپر ظاہر کیا ہے، اس کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کا شافی جواب دینا ناممکن ہے۔ معلوم ہوتا ہے شہریار غازی کی ناکامی کا سبب بڑی حد تک یہ ہے کہ انھوں نے اصلاحات نافذ کرنے میں عجلت اور فوج کی طرف توجہ کرنے میں غفلت سے کام لیا۔ اور ملاؤں کے نظریہ کے خلاف ملک کی حقیقی ترقی میں گہری دلچسپی لی۔ اس سے بلاشبہ افغانستان کے چند علماء ناراض ہو گئے لیکن اس بات کی اطلاع بھی موصول ہوئی کہ وہی مُلا صاحب شور بازار جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اس شورش کے سرغنہ ہیں انھوں نے اصلاحات کے اعلان پر جس کو "نظام نامہ" کہا جاتا ہے خود بھی دستخط کئے تھے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون سے اسباب ایسے پیدا ہوئے جن کے باعث ملا صاحب مذکور نے اپنی رائے بدل کر اصلاحات کی مخالفت شروع کر دی۔ مشکل یہ ہے کہ وہ تمام حالات جو افغانستان کی موجودہ حالت سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے سامنے نہیں ہیں اور ایسے حالات کے متعلق قیاس کی بنا پر کوئی نتیجہ نکالنا بالکل لاحاصل ہے۔

علامہ نے فرمایا "اس امر کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ عالمِ اسلام میں قدامت پسندانہ جذبات اور برل خیالات میں جنگ شروع ہو گئی ہے۔ اغلب ہے کہ قدامت پرست اسلام بغیر جدوجہد کرنے کے سرِ تسلیم خم نہیں کرے گا۔ اس لئے ہر ایک ملک کے مسلم مصلحین کو چاہیئے کہ نہ صرف اسلام کی حقیقی روایات کو غور کی نگاہ سے دیکھیں بلکہ جدید تہذیب کی صحیح اندرونی تصویر کا بھی احتیاط سے مطالعہ کریں جو بے شمار حالتوں میں اسلامی تہذیب کی مزید ترقی کا درجہ رکھتی ہے۔ جو چیزیں غیر ضروری ہیں ان کو ملتوی کر دینا چاہیئے کیونکہ ضروری چیزیں فی الحقیقت قابلِ لحاظ ہیں۔ یہ امر صحیح نہیں ہے کہ مجلسی معاملات میں قدامت پسندانہ طاقتوں کو نظرانداز کر دیا جائے کیونکہ انسانی زندگی اپنی اصلی روایات کا بوجھ کندھوں پر اٹھا کر منزلِ ارتقا طے کرتی ہے۔ انسان نے اپنی معاشرتی تہذیب کو تشکیل دینے کا سبق حال ہی میں سیکھا ہے اس لئے جائز حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔"[۵]

---

[۵] روزنامہ "انقلاب" یکم مارچ ۲۹ء بحوالہ گفتارِ اقبال، صفحہ ۸۴-۸۶

ایسے نازک حالات میں جنرل نادر خان، بچہ سقہ کی بغاوت فرد کرنے کی غرض سے ۱۵ فروری ۱۹۲۹ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ اچانک بمبئی پہنچ گئے۔ بمبئی سے وہ ۲۸ فروری کو پشاور پہنچے۔ راستے میں مختلف ریلوے سٹیشنوں پر برعظیم کے مسلم زعما نے اُن سے ملاقاتیں کیں۔ لاہور ریلوے سٹیشن پر علامہ اقبال بھی نادر خان سے ملے۔ فقیر سید وحید الدین کی روایت ہے۔

"ڈاکٹر صاحب تنگدستی کے باوجود اپنی ساری پونجی کئی سو روپوں کی صورت میں لے کر نادر خان سے ملے اور کہا "آپ جس نیک مقصد کے لیئے جا رہے ہیں۔ اس کے لئے روپے کی اشد ضرورت ہوگی اس لئے میرا ہدیہ قبول فرمایئے"

نادر خان اس پیشکش پر حیران رہ گیا"[۵۲]

ڈاکٹر ظہیر الدین بھی واقعہ ذرا اختلاف کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

"گاڑی کے روانہ ہونے سے کچھ پہلے اقبال نے اُن سے تخلیہ میں کہا۔ تم ایک بڑی مہم پر جا رہے ہو۔ میں ایک فقیر آدمی ہوں۔ نیک تمناؤں اور دعاؤں سے ہی تمہاری خدمت کر سکتا ہوں۔ اتفاق سے پانچ ہزار کی رقم میرے ساتھ ہے اگر یہ تمھارے کام آ سکے تو مجھ کو بڑی خوشی ہوگی۔

نادر خان نے جو چشم پُرآب تھا۔ فقیر کی اس دین کو بڑا ہی نیک شگون سمجھا اور بڑے احترام سے اس ہدیہ کو قبول کر لیا"[۵۳]

پشاور میں جنرل نادر خان پہلے مرزا عبدالحکیم (افغان ٹریڈ ایجنٹ) کے مکان پر ٹھہرے۔ بعد میں ڈین ہوٹل میں منتقل ہو گئے تھے۔ نادر خان شام کو تفریح کے لیے کار میں نکلا کرتے تھے۔ ایک شام جو نکلے تو رات گئے تک واپس نہ آئے اور پھر پتہ چلا کہ کرم ایجنسی سے نکل کر علی زئی پہنچ چکے ہیں، جہاں انھوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا ہے۔

اللہ بخش یوسفی لکھتے ہیں،

"دورانِ قیامِ علی خیل نادر خان اور علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال میں خفیہ نوعیت کی خط و کتابت جاری رہی۔ علی خیل سے ان کے خطوط ایم۔ اے حکیم تک پہنچائے جاتے تھے۔ وہاں سے لاہور پہنچانا میرا کام تھا۔ اطلا

---

۵۲ روزگار فقیر حصہ اول ص ۸۹ ۵۳ اقبال کی کہانی، ص ۹۵

اس کام میں میرے عزیز دوست عبدالمجید سالک میرے ممد و معاون تھے .... علی خیل سے نادرخان نے سائیکلوسٹائل پر "اصلاح" نامی اخبار بھی جاری کیا تھا۔ اس کا پہلا پرچہ جب میں نے علامہ اقبال کی خدمت میں پیش کیا تو اسے دیکھتے ہی فرمانے لگے۔ نادرخان کامیاب ہے۔"[۵۴]

علامہ اقبال اور نادرخان کی یہ "خفیہ" خط و کتابت کیا ہوئی؟ علامہ کے ایک عزیز خالد نظیر صوفی لکھتے ہیں کہ:

"علامہ اقبال اور شاہ افغانستان نادر شاہ کے مابین خط و کتابت تھی، مگر یہ خطوط ایک معتمد نے چوری کرکے برطانوی گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔"[۵۵]

جنرل نادرخان کا ایک خط جو "انقلاب" میں چھپ جانے کی وجہ سے محفوظ رہ گیا، ۹ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ/ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۹ کو علامہ کے نام علی خیل سے لکھا گیا۔ اس سے علامہ کی مساعی پر روشنی پڑتی ہے۔ جنرل نادرخان لکھتے ہیں:

"جناب فاضل محترم سر محمد اقبال صاحب

آپ نے اپنے ان عالی جذبات ہمدردانہ سے جو آپ افغانستان کی موجودہ تباہ حالی کے متعلق رکھتے ہیں، مجھے اور افغانستان کے عام بہی خواہوں اور فداکاروں کو ممنون و متشکر بنا دیا ہے۔ افغانستان تباہی کے نزدیک ہے۔ اس کی بے چارہ ملت کو بہت بڑے تہلکہ کا سامنا ہے۔ افغانستان اپنے ہندی بھائیوں کی امداد و اعانت کا محتاج ہے۔ آپ ایسے وقت میں جو خیر خواہانہ قدم اٹھا رہے ہیں وہ ہمارے لیے ڈھارس کا موجب ہے، خصوصاً مالی امداد کا مسئلہ جس کے متعلق میں اخبار "اصلاح" کے ذریعے اپنے ہندی بھائیوں کے لیے شائع کر چکا ہوں، بہت حوصلہ افزا ہے۔ امید ہے کہ جناب فاضل محترم جو روحاً افغانستان کی موجودہ مصیبت میں شریک ہیں، اس موقع پر اپنی مساعی سے کام لے کر افغانستان کی رنج زدہ قوم کو ہمیشہ کے لیے ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

با احترامات لائقہ محمد نادرخان۔"[۵۶]

---

[۵۴] سرحد اور جدوجہد آزادی ص ۷۹،۹۴ [۵۵] ہفت روزہ "چٹان" ۱۸ فروری ۱۹۷۴

[۵۶] گفتار اقبال

جنرل نادر خاں کی اپیل اور علامہ کے نام ذاتی خط کی بنا پر مسلم اکابر لاہور کا ایک جلسہ خان سعادت علی خان کے مکان پر ۳ر اکتوبر ۱۹۲۹ کو علامہ اقبال کی صدارت میں ہوا۔ اس جلسہ میں نادر خان اور ان کی جمعیت کو مالی امداد دینے کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ باہمی مشورہ سے باتفاق رائے یہ طے پایا کہ امداد مہیا کرنے کے لیے "نادر خان ہلال احمر فنڈ" قائم کیا جائے۔ سرمایہ کی فراہمی کے لیے ایک مجلسِ عاملہ بنائی گئی۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۲۹ کو علامہ اقبال نے قوم سے حسب ذیل اپیل کی۔

"برادرانِ ملت و جوانانِ اسلام!

افغانستان کے حالات آپ کو معلوم ہیں۔ اس وقت اسلام کی ہزار ہا مربع سرزمین اور لاکھوں فرزندان اسلام کی زندگی اور ہستی خطرے میں ہے اور ایک ہمدرد اور غیور ہمسایہ ہونے کی حیثیت سے مسلمانانِ ہند پر ہی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ افغانستان کو بادِ فنا کے آخری طمانچے سے بچانے کے لیے جس قدر دلیرانہ کوشش بھی ممکن ہو کر گزریں۔

لاہور میں جنرل نادر خان اور افغانستان کے زخمی سپاہیوں، بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی امداد و اعانت کے لیے "نادر خان ہلالِ احمر سوسائٹی" قائم ہو چکی ہے۔ جس کا دفتر بالعموم صبح چھ بجے سے لے کر دس بجے رات تک برکت علی اسلامیہ ہال میں کھلا رہتا ہے۔

حالات کی نزاکت کو مدِنظر رکھتے ہوئے انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ کم سے کم وقت میں لاہور اور ہندوستان سے زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کرنے کے لیے اپنی قوت و کوشش صرف کر دیے۔ اس غرض کے لیے ایسے ایثار پیشہ کارکنوں کی ضرورت ہے جو رضا کارانہ حیثیت سے مقررہ وقت پر اور منظم طریق سے لاہور میں کام کریں۔

اس کے علاوہ دفتر کو تمام ملک سے خط و کتابت کرنا ہے۔ ہزاروں اپیلیں بھیجنی ہیں۔ سینکڑوں اخبارات اور ہر ایک شہر کے روسا، امرا اور اسلامی انجمنوں کو خطوط لکھنے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قدر وسیع کام جو لاہور کے ہر ایک گلی کوچہ پر مسلط ہو اور دوسری طرف تمام ملکی اخبارات اور تمام اسلامی انجمنوں اور بستیوں پر محیط ہو، مستقل مزاج، سنجیدہ، دردمند، ذی عزم اور باحساس کارکنوں کی امداد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

جنرل نادر خاں کی امداد کو اس کی حقیقی اہمیت کے مطابق وسعت دینے کے لیے ایسے جواں ہمت

کارکنوں کی ضرورت ہے جو مقامی طور پر دارالے وار پبلک جلسوں کے انعقاد اور ملکی اخباروں، انجمنوں، قومی کارکنوں اور تمام فیاض اور ذی استطاعت اصحاب سے خط و کتابت کرنے میں انجمن کو امداد دیں۔

میں اپنے تمام سنجیدہ اور مخلص عزیزوں سے، جن کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ جو آزاد اور متحدہ افغانستان کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور ان تمام مقامی انجمنوں کے اراکین سے جو "نادر خان ہلال احمر سوسائٹی" سے تعاون و اشتراک عمل کے لیے آمادہ ہوں، بڑے زور سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ برکت علی اسلامیہ ہال میں قریشی صاحب سے ملیں اور اپنے وقت کا کچھ حصہ، معمولی تفریح یا کم ضروری مشاغل سے بچا کر انجمن ہلال احمر کے کام میں صرف کریں اور یقین کریں کہ یہاں لاہور میں آپ کا ایسا کرنا خود افغانستان میں پہنچ کر جنرل نادر خان صاحب کی امداد کرنے کے مترادف ہوگا۔" محمد اقبال ۵۷

نادر خان کی سعی کامیاب رہی۔ قبائلیوں بالخصوص وزیری قبائل نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اکتوبر ۱۹۲۹ میں نادر خان کو بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ ۱۹۳۰ میں ملک کو ایک تحریری دستور دیا گیا۔ نادر خان، نادر شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ نادر شاہ نے تعلیمی و اقتصادی اصلاحات کی طرف اوّلین طور پر توجہ کی۔ اکتوبر ۱۹۳۳ میں تعلیمی اصلاحات کے سلسلے میں مشورہ کی خاطر ہند سے علامہ اقبالؒ سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کو افغانستان آنے کی دعوت دی۔ اس سفر کی دلچسپ روداد سید سلیمان ندوی صاحب نے "سیرِ افغانستان" کے نام سے لکھی ہے۔

ڈاکٹر ظہیر الدین کی روایت ہے:۔

"پہلی ملاقات میں مغرب کی نماز کے موقع پر نادر شاہ نے اقبال سے امامت کی درخواست کی۔ اقبال نے کہا۔ نادر! میں نے اپنی عمر کسی شاہِ عادل کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی تمنا میں گزار دی ہے۔ آج جب کہ خدا نے اس فقیر کی مراد کے پورا کرنے کے اسباب مہیا کر دیئے ہیں تو کیا تو مجھے اس نعمت سے محروم کرنا چاہتا ہے، آج میں تیری اقتدا میں نماز پڑھوں گا۔ امامت تجھ کو کرنی ہوگی۔" ۵۸

علامہ نے نادر شاہ کے بارے میں نظم و نثر میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ "بالِ جبریل" میں "نادر شاہ افغان" کے زیرِ عنوان چار اشعار درج ہیں:

---

۵۷ گفتارِ اقبال، ص ۹۸ - ۱۰۰

۵۸ اقبال کی کہانی، ص ۹۶، ۹۷۔

"حضورِ حق سے چلا لے کے لولوئے لالہ
وہ ابر جس سے رگِ گل ہے مثلِ تارِ نفس

بہشت راہ میں دیکھا تو ہو گیا بے تاب
عجب مقام ہے، جی چاہتا ہے جاؤں برس

صدا بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا
ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس

سرشکِ دیدۂ نادر بہ داغِ لالہ فشاں
چناں کہ آتشِ او را دگر فرد نہ نشاں" [۹]

۸ نومبر ۱۹۳۳ کو نادر شاہ ایک مدرسہ کے جلسۂ تقسیم انعامات میں شریک تھے کہ قتل کر دیے گئے۔ اس ناگہانی قتل سے علامہ کو بے انتہا صدمہ ہوا۔ ۱۵ نومبر ۱۹۳۳ کو نادر شاہ کے جانشین محمد ظاہر شاہ اور وزیر اعظم کے نام تعزیتی پیغامات ارسال کیے۔

محمد ظاہر شاہ کے نام لکھا:

"اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے قتل کی خبر سن کر مجھے ذاتی حیثیت سے بے حد صدمہ پہنچا ہے۔ اعلیٰ حضرت شہید کی خدمت میں گذشتہ کئی سال سے مجھے نیاز حاصل تھا اور میں ان کی شفقت اور محبت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ شہید کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے لیے اس جلیل القدر شہید کی یاد ہمیشہ موجبِ راہنمائی ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو افغانستان کی خدمت کے لیے مدتِ دراز تک زندہ رکھے۔ ملتِ افغانی نے اتفاقِ رائے سے آپ کے حضور میں اطاعت کر کے جس دانش مندی اور جذباتِ تشکر کا ثبوت دیا ہے، اس کی تحسین میں ساری دنیا ہم زبان و ہم آہنگ رہے گی۔" [۱۰]

وزیر اعظم افغانستان کے نام حسبِ ذیل پیغام بھیجا:

میں نے اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے غدارانہ قتل کی خبر سے نہایت شدید رنج و اندوہ محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت شہید کی روح کو خلعتِ مغفرت عطا فرمائے۔ آپ نجات دہندۂ افغانستان اور

۹۔ بالِ جبریل، ص

۱۰۔ گفتارِ اقبال ص ۱۸۰ - ۱۸۱

زمانۂ حاضر کے جلیل ترین حکمرانوں سے تھے اور آپ کے انتقال کا نقصان تمام دنیائے اسلام میں محسوس کیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت شہید کی ذاتی شجاعت، ذاتی تقویٰ اور اسلام اور افغانستان سے محبت آئندہ نسلوں کے لیے بہت بڑی ہمت افزائی اور تحریکِ عمل کا باعث ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس صدمے میں صبر و ثبات کی توفیق عطا فرمائے۔ محمد اقبال۔"[۱۱]

۱۹۳۴ میں جمال الدین احمد اور محمد عبدالعزیز نے افغانستان پر انگریزی زبان میں ایک کتاب لکھی۔ مقدمہ لکھنے کے لیے ان کی نگاہِ انتخاب علامہ اقبال پر پڑی۔ علامہ نے اس کتاب کے مقدمہ میں نادر شاہ کے بارے میں حسبِ ذیل تاثرات لکھے؛

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ افغانستان پر اس نفیس کتاب کے پیش گفتار کے طور پر چند سطریں لکھ دوں۔ مجھے اس فرمائش کے پورا کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ نہ صرف اس لیے کہ میں افغانوں کا ایک جفاکش اور سخت کوش جاندار قوم کی حیثیت سے احترام کرتا ہوں بلکہ اس لیے بھی کہ مرحوم نادر شاہ کو شخصی طور سے جاننے کی عزت بھی مجھے حاصل ہے۔ وہ مجاہد سیاست داں جس کی شخصیت نے اس کی قوم میں ایک نئی جان ڈال دی اور جدید دنیا کو سمجھنے کے لیے نئی نظر بخشی"[۱۲]

علامہ کی محفلوں میں نادر شاہ کا جب بھی ذکر آتا تھا، وہ انھیں اچھے الفاظ میں یاد کرتے تھے۔

---

[۱۱] گفتارِ اقبال، ص ۱۸۰-۱۸۱ [۱۲] ماہِ نو - اپریل ۱۹۵۹، ص ۲۲

مسلمانوں کے سیاسی افکار : پروفیسر رشید احمد

مسلمان مفکروں نے سیاسی نظریہ سازی کی تاریخ میں بہت اہم ابواب کا اضافہ کیا ہے اس کتاب میں مختلف زمانوں اور مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان مفکروں اور مدبروں کے سیاسی نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بی۔ اے کے نصاب میں داخل ہے۔

صفحات: ۸+۳۴۲ قیمت: ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور